روزنامہ

# الفضل ربوہ

فون ۴۴۹ | ایڈیٹر: نسیم سیفی | رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

جلد ۴۱/۷۶ | اتوار ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ، ۱۴ شہادت ۱۳۷۰ ہش، ۱۴ اپریل ۱۹۹۱ء | نمبر ۸۶


Digitized by Khilafat Library Rabwah

## بچوں میں بھی غریب کی ہمدردی پیدا کریں

"بچوں کی رمضان میں اس پہلو سے بھی تربیت کیا کریں کہ اُن کے دل میں غریب کی ہمدردی پیدا ہو اور براہِ راست قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ اس کا مزہ بھی اٹھائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس رمضانِ مبارک میں غرباء کے کچھ نہ کچھ حقوق ادا کر سکیں"

(ارشاد سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

احمدی احباب کی تربیت کے لئے

## ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"دیکھو ایک بچہّ بھوک سے بیتاب اور بیقرار ہو کر دُودھ کے لئے چلاّتا ہے اور چیختا ہے، تو ماں کی پستان میں دُودھ جوش مار کر آجاتا ہے۔ حالانکہ بچہ تو دعا کا نام بھی نہیں جانتا، لیکن یہ کیا سبب ہے کہ اس کی چیختیں دُودھ کو جذب کر لیتی ہیں۔ یہ ایک ایسا اَمر ہے کہ عموماً ہر ایک صاحب کو اس کا تجربہ ہے۔ بعض اوقات ایسا دیکھا گیا ہے کہ مائیں اپنی چھاتیوں میں دُودھ کو محسوس بھی نہیں کرتی ہیں اور بسا اوقات ہوتا بھی نہیں، لیکن جونہی بچہ کی دردناک چیخ کان میں پہنچی، فوراً دُودھ اُتر آیا ہے۔ جیسے بچہّ کی ان چیخوں کو دُودھ کے جذب اور کشش کے ساتھ ایک علاقہ ہے۔ مَیں سچ کہتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری چلاّہٹ ایسی ہی اضطراری ہو تو وہ اس کے فضل اور رحمت کو جوش دلاتی ہے اور اس کو کھینچ لاتی ہے اور مَیں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا کے فضل اور رحمت کو جو قبولیتِ دعا کی صورت میں آتا ہے، مَیں نے اپنی طرف کھنچتے ہوئے محسوس کیا ہے، بلکہ مَیں تو یہ کہوں گا کہ دیکھا ہے۔" (ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۱۲۸)

ربوہ: ۱۲ اپریل۔ آج یہاں بیت الاقصیٰ میں نماز جمعہ محترم مولانا سلطان محمود انور صاحب ناظر اصلاح وارشاد نے پڑھائی اور خطبہ میں سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ اپریل ۱۹۹۱ء پڑھ کر سنایا۔

اس خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ کی آخری آیات کی وضاحت کرتے ہوئے عبادات اور نمازوں میں توجہ قائم کرنے اور لذت حاصل کرنے کے مضمون کو بیان فرمایا۔ حضور نے فرمایا کہ یہ دُعا مانگنا آسان نہیں ہے کہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا اور ہمیں ان کے راستے پر چلا جن پر تُو نے انعام کیا۔ یہ راہ وہ ہے جس پر چل کر بے انتہاء قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ یہ راستہ گالیوں، بدزبانیوں اور دشنام دہی کا راستہ ہے۔ یہ راستہ اپنوں کو اپنے سامنے بے عزت ہوتے دیکھنے اور قتل ہوتے دیکھنے کا راستہ

باقی صفحہ ۸ پر

## قبولیتِ دُعا کیلئے ضروری ہے کہ اسکی شرائط کو ملحوظ رکھا جائے

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیّدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے)

"دعاؤں کے ذریعہ ایسی خوارق عادت باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو کہ انسانی اسباب اور طاقت سے بالاتر ہوتی ہیں اور وہ اس بات کا ثبوت ہوتی ہیں کہ یہ خدائی کام ہے نہ کہ انسانی۔ مثلاً یہاں ہی ایک لڑکا عبدالکریم تھا۔ اسے ہلکا کتا کاٹ گیا تو اسے علاج کے لئے کسولی بھیجا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ہلکاپن ہو گیا۔ کسولی تار دی گئی تو جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ نے اس کے متعلق دعا کی۔ وہ اچھا ہو گیا تو اس طرح کے نشانات سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور دُعائیں سنتا ہے۔ بعض دفعہ انسانی قدرتیں اور طاقتیں ختم ہو جاتی ہیں پھر دعا کے ذریعہ وہ کام ہو جاتا ہے۔ بعض باتوں کے لئے سامان نہیں ہوتے لیکن دعا کرنے سے ہو جاتی ہیں۔ غرض ایسی بہت سی علامات ہیں جن سے بڑی آسانی سے فیصلہ ہو جاتا ہے۔ پس بعض دعاؤں کی نسبت یہ دیکھ کر کہ قبول نہیں ہوتیں یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ کوئی دعا بھی قبول نہیں ہوتی۔ یہ بات تو دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔ مثلاً ہر ایک بیماری کی دَوا ہے لیکن اس دَوا سے سارے بیمار اچھے نہیں ہو جاتے تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اس دَوا سے فائدہ نہیں ہوتا۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ فیصدی کتنا فائدہ ہوتا ہے۔ اگر دَوا استعمال کر کے تندرست ہونے والوں کی نسبت ان سے زیادہ ہے جن کو فائدہ نہیں ہوتا تو اسے مفید سمجھا جائے گا اور اگر کم ہے تو لغو۔ اسی طرح دعا کے متعلق دیکھنا چاہیئے کہ خدا کے نیک بندوں کی دعائیں کتنی قبول اور کتنی ردّ ہوتی ہیں۔ اور انہیں کیسی کامیابی ہوتی ہے۔ اور ان کے مقابلہ پر آنے والوں کو کیسی ناکامی۔ پس اس طرح آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دعا کے متعلق جو شرائط ہیں انہیں ملحوظ رکھے۔ دعا پر اتنا زور دے جتنا مناسب ہو۔ گھبراہٹ نہ ہو تا شرک نہ پایا جائے۔ ادب کا خیال ہو۔ کوئی دعا الٰہی سنت کے خلاف نہ ہو۔ اخلاص جوش اور تڑپ ہو۔ ان سامانوں اور شرائط کے بعد اگر دعا کی جائے تو قبول ہو جاتی ہے لیکن خدا جسے چاہے ردّ بھی کر دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶ اگست ۱۹۱۵ء)

"رمضان صدقات دینے اور غرباء کی ہمدردی سکھانے کا بھی مہینہ ہے۔"
(حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ)

## درخواست دعا

اسیرانِ راہِ مولیٰ ساہیوال، سکھر، چک سکندر اور فیصل آباد عرصہ دراز سے محض للہ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلا ہیں۔ نیز اُن کے جملہ لواحقین محض اس وجہ سے پریشانیوں اور مشکلات میں ہیں۔

احبابِ جماعت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے بابرکت ایّام میں اپنے ان اسیر بھائیوں کو اپنی خصوصی دُعاؤں میں یاد رکھیں اور اسیران کے جُملہ عزیزان کے لئے بھی دُعا فرمائیں کہ انہیں ان ابتلاء اور پریشانیوں سے جلد نجات دے۔

## ربوہ میں نمازِ عید

ربوہ میں نمازِ عید صبح سات بج کر ۴۵ منٹ پر بیت اقصیٰ میں ادا کی جائے گی۔ احباب وقت کی پابندی کا خیال رکھیں۔

(نظارت اصلاح وارشاد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ

پبلشر: آغا سیف اللہ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس۔ ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی۔ ربوہ

قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

۱۴۔ شہادت ۱۳۷۰ ہش ۱۴۔اپریل ۱۹۹۱ء

# ہمہ جہت تربیت

اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انسان سب سے پہلے اپنی ذات کا ذمہ دار ہے۔ اس کا اپنے آپ کو صحیح خطوط پر رکھنا اسکی اپنی ذمہ داری ہے۔ اور اگر وہ ساری دنیا کو صحیح خطوط پر رکھنے کی کوشش کرے اور اپنے ٹیڑھے پن کو دُور نہ کرے تو اسے کیا فائدہ۔ یا یُوں کہیئے کہ اگر وہ ساری دنیا کو جنّت کی راہ دکھا دے اور خود جہنم میں جا گرے تو اسے کیا فائدہ۔

لیکن یہ کہنا بھی کسی طرح درست نہیں کہ وہ اپنا ذمہ دار ہے اور بس۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہ اسکی پہلی ذمہ داری سہی لیکن اس کے بعد بھی اسکی ذمہ داریاں ہیں اور پہلی ذمہ داری سے لے کر آخری ذمہ داری تک نبھانا اور اس کے لئے کوشش کرنا اس کے فرائض میں داخل ہے۔ اور وہ سرخرو صرف اور صرف اس طرح ہوسکتا ہے کہ وہ ساری ذمہ داریوں کو نبھائے۔

اس سلسلہ میں حضرت فضل عمر۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے۔ فرماتے ہیں:

"(مرد) یاد رکھیں کہ قیامت کے دن کوئی شخص یہ کہہ کر بریّت حاصل نہیں کر سکتا کہ وہ خود نمازیں پڑھتا تھا۔ وہ خود چندہ دیتا تھا۔ وہ خود جماعتی کاموں میں حِصّہ لیتا تھا جبکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ اس سے اسکی بیوی کے متعلق بھی سوال کیا جائے گا۔ اگر اسکی بیوی جماعتی کاموں میں حِصّہ نہیں لیتی تو یہ بات اسے مجرم بنانے کے لئے کافی ہے۔ پھر اپنے بچوں کو خدام الاحمدیہ میں داخل کرو۔ ان کی تربیت کرو۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ بچوں کی تربیت کے ذمہ دار باپ ہیں اور اس نے عورتوں کو بھی شامل کیا ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ اگر نیکی اپنے اندر پھیلاؤ اور وسعت پیدا کرنے کی صفت نہیں رکھتی تو وہ نیکی نہیں ہے۔ اور اگر وہ نیکی ہے بھی تو اس ماحول میں پنپ نہ سکے گی بلکہ زندہ بھی نہ رہ سکے گی۔ یہ بات نہائت ضروری ہے کہ انسان خود نیک بن کر۔ خود صحیح سمت میں سفر شروع کرے۔ دوسروں کو بھی نیک بنائے اور انہیں بھی صحیح سمت میں سفر کر کے نیکیوں میں بڑھتے رہنے کی تلقین کرے۔ ایسا نہ کرنے سے نیکی کا نیکی رہنا محال ہے۔

جو فنا کے راستہ پر چل پڑے
آخرِ شب ان کو منزل مل گئی
بات تو یہ ہے تعجّب کی مگر
ہو کے افسردہ طبیعت کِھل گئی

ابوالاقبال

○

یہ آپ کیوں پُوچھتے ہیں کیا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے
مَیں آپ ہی کا تھا آپ کا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

دیارِ مغرب میں آ بسا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے
مَیں آپ کی خیر چاہتا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

وہ جن سے مانوس تھیں نگاہیں، وہ جن سے حاصل تھی دل کو فرحت
اُنہیں فضاؤں کو ڈھونڈتا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

نہ جانے کیا چیز کھو گئی ہے، ہوئی ہے گُم کون سی وہ دولت
مَیں کن خیالوں میں گُم ہُوا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

یہاں مہیّا ہے ہر وہ نعمت ہے جس کی انساں کے دل میں حسرت
مگر مَیں اِن سے گریز پا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

ہر اک کی آنکھوں کا نُور ہُوں مَیں، ہر اک کے دل کا سُرور ہُوں مَیں
سکُون و راحت کا دیوتا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

لرزتے ہونٹوں کی اِلتجا ہُوں، دُکھے دِلوں کی پُکار ہُوں مَیں
مَیں آپ کی مضطرب دُعا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

گُذرنے والوں کا نقشِ پا ہُوں، نشانِ منزل بنا ہُوا ہوں
مَیں آپ کی راہ میں پڑا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

کوئی نہ ہو مبتلائے زحمت، ہو سب کو حاصل سکون و راحت
مَیں آپ کے غم میں گُھل رہا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

ہر ایک سے ہے مجھے محبّت، کسی سے رکھتا نہیں عداوت
مَیں اَمن کا دَور چاہتا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

نہ آ سکا کام مَیں کسی کے، کسی کو راحت ملی نہ مجھ سے
کبھی کبھی یُوں بھی سوچتا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

مَیں اپنی ہستی مٹا چُکا ہُوں یہ کون کہتا ہے جی رہا ہُوں
مَیں دار تک تو پہنچ چُکا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

خودی میں ڈُوبا تو پھر نہ پاؤ گے حشر تک بھی سُراغ میرا
اُبھر گیا تو خُدا نُما ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

حریمِ وحدت کا جو مکیں ہے اُسی کا عاشق ہوں جان و دل سے
سلیمؔ مَیں اُس پہ مر مٹا ہُوں مجھے دُعاؤں میں یاد رکھیئے

سلیمؔ شاہجہانپوری

○

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ارشادات سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے)

# علمی مسائل

درحقیقت حضرت ابراہیمؑ نے یہ دُعا مانگ کر دُنیا کو ایک بہت بڑا سبق سکھایا ہے آپ نے بتایا ہے کہ کسی شخص کو خواہ کتنا بلند مقام حاصل ہو چکا ہو یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ اس نے ترقی کے تمام مدارج کو طے کر لیا ہے۔ کیونکہ جب بھی یہ خیال اس کے دل میں پیدا ہو گا وہ تنزل کی طرف گرنا شروع ہو جائے گا۔ قوموں کی تباہی اور ان کے ادبار کی بڑی وجہ یہی ہُوا کرتی ہے کہ بعض دفعہ افراد یہ خیال کر لیتے ہیں کہ انہوں نے ترقی کے تمام مدارج طے کر لئے ہیں۔ جب یہ وسوسہ اُن کے دلوں میں جاگزیں ہو جاتا ہے تو وہ تنزل کا شکار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس دُنیا کو ایسا متحرک بنایا ہے کہ کوئی ذرہ ایسا نہیں جو حرکت نہ کر رہا ہو کسی کی حرکت دائرے کی صورت میں ہوتی ہے اور کسی کی حرکت آگے کی طرف ہوتی ہے۔ بہرحال کوئی ذرہ ایسا نہیں جو متحرک نہ ہو۔ خدا تعالیٰ نے انسانی زندگی کا مرکز قلب بنایا ہے۔ اور وہ بھی ہر وقت حرکت کرتا رہتا ہے۔ اگر اس کی حرکت سکون سے بدل جائے تو اسی وقت انسانی زندگی ختم ہو جائے۔ یہی حالت ایمان کی ہے۔ اور اسی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایمان کی ترقی یا اس کے تنزل کا ذکر کرتے ہوئے قلب انسانی کی مثال دی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ انسانی جسم میں گوشت کا ایک مضغہ ہے اگر وہ دُرست رہے تو سارا جسم درست رہتا ہے۔ اور اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے۔ جسمانیات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کے قلب میں خرابی پیدا ہو جائے تو وہ تمام خرابیوں سے زیادہ پریشان کن ہوتی ہے۔ نہ اسے کھانا اچھا لگتا ہے نہ پینا اچھا لگتا ہے۔ ہر وقت گھبراہٹ اور اداسی اور غم اس پر چھایا رہتا ہے اور گو وہ زندہ ہوتا ہے مگر اس کی حالت مُردوں سے بدتر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب رُوحانی لحاظ سے کسی کے قلب میں فتور واقع ہو جائے تو اس کی وہ قوتِ ممیزہ جو نیکی اور بدی میں فرق کرنے والی ہوتی ہے۔ ماری جاتی ہے۔ اور اس کی حالت گرتے گرتے یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ وہ حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

پس ضروری ہے کہ انسان اپنی کسی حالت پر بھی قانع اور مطمئن نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے مقام کی طرف ترقی کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ غرض یہ دُعا جو حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے قرآن کریم میں بیان کی گئی ہے اس لئے نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کو اپنی نجات میں کوئی شُبہ تھا بلکہ اس لئے بیان کی گئی ہے کہ (ایمان والوں) کو رُوحانی مدارج طے کرتے وقت یہ امر ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہ کسی مقام کو انتہائی مقام نہ سمجھ جائیں۔ اور کسی مقام پر پہنچ کر وہ یہ خیال نہ کر لیں کہ اب ہمیں گرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔ اگر حضرت ابراہیمؑ یہ دُعا نہ مانگتے تو لوگ یہ خیال کر لیتے کہ ہمیں بھی کسی ایسی دُعا کی ضرورت نہیں اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے انبیاء اس مقام پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کا ہر وقت عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتا ہے۔ رات اور دن سوتے اور جاگتے، اُٹھتے اور بیٹھتے۔ اللہ تعالیٰ کے عشق اور اس کی محبت میں مشغول رہتے ہیں اس کا ذکر ان کی زبانوں پر جاری رہتا ہے۔ اور اس کے نام کو بلند کرنے کے لئے ان کی زندگی کا ہر لمحہ اور ان کے جسم کا ہر ذرّہ مصروف ہوتا ہے لیکن باوجود اس حالت کے ان کو بھی حکم ہوتا ہے کہ جاؤ اور نمازیں پڑھو اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر وہ نمازیں نہ پڑھیں تو وہ لوگ جو انبیاء کے نمونہ کو دیکھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ بھی نمازوں کو چھوڑ دیں۔ اسی لئے کوئی نبی ایسا نہیں ہُوا جسے عبادات سے فارغ کیا گیا ہو۔ ہر نبی کو عبادت کرنی پڑتی ہے۔ ویسی ہی عبادت جیسی اور لوگ کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا ہر لمحہ عبادت میں گذر رہا ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہی دیکھ لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف پانچ نمازیں ہی نہیں پڑھا کرتے تھے بلکہ آپؐ کی زندگی کی ہر گھڑی عبادتِ الٰہی میں گذرتی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آپؐ کے متعلق فرماتا ہے (انعام رکوع ۲۰) یعنی اے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دے کہ تم یہ نہ سمجھو کہ میں صرف پانچ وقت کی نمازیں پڑھتا ہوں بلکہ میری عبادت بھی میری قربانیاں بھی اور میری زندگی کی حرکات بھی اور میری موت بھی سب کچھ خدا کے لئے ہے۔ میرا کوئی وقت ایسا نہیں جو خدا تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبت اور اس کے ذکر میں نہ گذرتا ہو۔ بلکہ میری موت بھی خدا تعالیٰ کی عبادت ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وفات پانے لگے تو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اس وقت بھی آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔ اللّٰھُمَّ الرفیق الاعلیٰ۔ میرا وہ رفیق جو عرش پر بیٹھا ہے۔ میں اب اس کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ پس آپ کا پانچ نمازیں پڑھنا درحقیقت ہماری ہدایت اور راہنمائی کے لئے ہی تھا۔ ورنہ اگر آپ نمازیں نہ پڑھتے تو جیسے صوفیاء کی عادت ہوتی ہے کئی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم بھی ایسے مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ ہمیں نماز روزہ کی ضرورت نہیں۔ میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز پڑھا کر فارغ ہُوا تو ایک صوفی منش آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا میں ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا فرمایئے کہنے لگا۔ اگر کوئی شخص دریا میں سفر کرتے کرتے کنارہ پر پہنچ جائے تو اس کے بعد وہ کشتی میں ہی بیٹھا رہے یا نیچے اُتر جائے۔ جب اُس نے یہ سوال کیا معًا اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے سوال کا مقصد سمجھا دیا۔ دراصل یہ صوفیاء کا ایک دھوکا ہے جس میں وہ عام طور پر مبتلی پائے جاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ کی حیثیت سواریوں کی سی ہے۔ یہ سواریاں ہمیں اپنے معبود کے دروازے تک پہنچانے کے لئے ہیں اگر کوئی شخص اپنے معبود کے دروازے تک پہنچ کر سواریوں پر بیٹھا رہے اور نیچے نہ اُترے تو وہ اوّل درجے کا گستاخ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شخص خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کر لے تو اسے نماز روزہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ وہ خدا کے دروازے تک پہنچ گیا۔ غرض جب اس نے یہ سوال کیا معًا اللہ تعالیٰ نے یہ تمام بات مجھ پر کھول دی اور مَیں نے اسے کہا اگر تو وہ دریا ایسا ہے جو کنارے والا ہے تو بے شک جب کنارہ آئے تو وہ کشتی سے اُتر جائے لیکن اگر وہ دریا غیر محدود ہے اور اس کا کوئی کنارہ ہی نہیں تو وہ یاد رکھے کہ جس جگہ وہ نیچے اُترے گا۔ اسی جگہ وہ ڈوب جائے گا۔ اب آپ بتائیں کہ جس دریا کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ محدود ہے یا غیر محدود۔ کہنے لگا ہے تو غیر محدود۔ میں نے کہا تو پھر غیر محدود دریا میں انسان جس جگہ بھی نیچے اُترے گا اسی جگہ ڈوب جائے گا۔ اس کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ کشتی پر سوار رہے غرض ہم اس خدا کی طرف جا رہے ہیں جو غیر محدود ہے۔ یہ دُنیا تو چند سالوں کی ہے مگر ہمیں یہ وعدہ دیا گیا ہے کہ اس دُنیا کے بعد بھی ایک زندگی ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگی اور اسی وجہ سے ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جنتیوں کو وہ نعمتیں ملیں گی جو غیر منقطع ہوں گی۔ پس جبکہ ہم ایک غیر محدود دریا کے شناور ہیں اور ہمارا مقصد اسی خدا کے قرب میں بڑھنا ہے جو ازلی ابدی ہے تو اس کے بعد ہمارا کسی حالت پر مطمئن ہو کر کھڑا ہو جانا کس طرح درست ہو سکتا ہے۔ اگر ہم کھڑے ہو جائیں تو یقیناً تباہ ہو جائیں مگر بجائے اس کے کہ لوگ اس نکتہ کو مدِ نظر رکھتے ہوئے قربِ الٰہی کی منازل کے حصول کے لئے اپنے قدموں کو تیز تر کر دیں اور اپنی قربانیوں اور ایثار اور خدمتِ خلق اور اعلیٰ اخلاق اور نیک نمونہ اور غرباء پروری اور خدمتِ قرآن اور اشاعت دینِ حق کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ اس قسم کی سطحی بحثوں میں پڑ جاتے ہیں کہ ایک نبی نے یہ کیوں دُعا کی کہ الٰہی مجھے صالحین میں شامل کر۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ کہ سارے صلحاء آخر ایک جگہ پر تو نہیں ہیں جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے وہاں حضرت ابوہریرہؓ نہیں پہنچے اور جہاں حضرت ابوہریرہؓ پہنچے وہاں آج کے مسلمان نہیں پہنچے۔ پس (مجھے صالحین کے ساتھ ملا) میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تمہیں ہر وقت یہ دُعا مانگتی چاہیئے کہ تمہیں سارے صالحین کی مصاحبت حاصل ہو۔ پہلے ایک صالح کی مصاحبت حاصل ہو تو تمہارے دل میں دوسرے صالح سے ملنے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ دوسرے صالح سے ملو تو تیسرے صالح کے مقام تک پہنچنے کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تیسرے صالح کے مقام تک پہنچو تو چوتھے صالح کے مقام تک پہنچنے کی خواہش پیدا ہو جائے اور یہ خواہش اسی طرح بڑھتی چلی جائے۔ یہاں تک کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں تک پہنچ جاؤ جو تمام صالحین میں سے سب سے بلند اور سب سے بالا اور سب سے ارفع مقام پر فائز ہیں۔

الفضل بچوں سے بھی پڑھوا کر سنیئے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امینہ خالدہ ۔ جرمنی

# حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی

میرے پیارے ابا جان حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کو بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفیق ہونے کا فخر حاصل ہے۔ آپ ۱۸۸۳ء میں شیخ علی بخش صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد صاحب بھی بہت متقی تھے۔ انہوں نے دو شادیاں کیں مگر اولاد نرینہ سے محروم تھے انہوں نے اپنے مرشد سے اولاد نرینہ کے لئے درخواست دعا کی۔ بعد دعا مرشد نے بتایا کہ تمہیں ایسا لڑکا ملے گا جو بڑی عزت اور برکت پائے گا۔ حضرت ابا جان بتایا کرتے تھے کہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی غلامی سے یہ عزت انہیں حاصل ہوئی اور اس پہ بہت ہی اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے اسی ضمن میں بتایا کہ یہ مرشد "رتڑ چھتڑ" والے مشہور تھے اور ان کی تعریف حضرت بانی سلسلہ نے بھی فرمائی ہے۔ نیز یہ کہ آپ کے والد صاحب بہت نیک اور بڑے عبادت گذار تھے اور نماز تہجد بھی خانہ خدا میں جاکر پڑھتے تھے۔ پیشہ تجارت تھا۔ ۱۸۸۹ء میں ان کا انتقال ہوا۔ اس وقت حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی عمر ۶ سال تھی۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے آپ کو میٹرک تک تعلیم دلائی حضرت ابا جان بچپن سے ہی سعید فطرت تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس بانی سلسلہ کی زیارت بچپن میں ہی آپ کو اس طرح کرا دی کہ بٹالہ میں سیلاب آیا۔ آپ بھی دیگر بچوں کے ساتھ لیک والے تالاب کے پاس جس کے مغرب کی جانب فصیل گھر تھا، پہنچے تو کسی لڑکے نے کہا "وہ دیکھو قادیان والے مرزا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں"۔ آپ نے ذیل گھر کے نچلے کمرے کی طرف دیکھا تو نگاہ حضرت اقدس کی جانب پڑی آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے۔ ڈاکٹر حضرت محمد طفیل صاحب نے ریویو آف ریلیجنز کا کوئی پرچہ آپ کو پڑھنے کو دیا۔ جس نے آپ کو بہت متاثر کیا۔ آپ نے حضرت اقدس کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ ریویو آپ کے نام جاری فرما دیں۔ اس پر حضور نے کمال محبت اور مہربانی سے ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۴ء کے پرچے مرحمت فرمائے۔

۱۹۰۴ء میں آپ حضرت اقدس کی غلامی میں آئے اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ کی شادی ۱۹۰۷ء میں ہوئی۔ ہماری بڑی والدہ صاحبہ کا نام سردار بیگم تھا۔ ابا جان بتایا کرتے تھے کہ حضرت اقدس کی غلامی میں آنے کے بعد جو پاک تغیر آتا ہے اسے انہوں نے دیکھا زیادہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ ابا جان کا پاک نمونہ کافی تھا۔ جلد ہی انہوں نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد ان کی والدہ اور دونوں بھائیوں نے بھی بیعت کر لی۔

حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ (دخت کرام) کا ایک والا نامہ جو میرے لئے ایک گنج گراں مایہ ہے تحریر کرتی ہوں یہ خط حضرت بیگم صاحبہ نے میری شادی پہ ابا جان کو بھیجا تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ کی سیرت طیبہ پر بھی روشنی ڈالتا ہے:

بیت العافیت ربوہ
۶۵-۴-۱۴

برادرم مکرم شیخ فضل احمد صاحب ..........
کل شام کو عزیزہ ناصرہ بیگم ....
مجھ سے ملنے کے لئے آئیں۔ ان کی زبانی آپ کی صاحبزادی کی شادی کا علم ہوا۔ اور یہ بھی ان سے سنا کہ آپ کے گھر سے میرا پتہ پوچھ رہی تھیں اور مجھے بھی انہوں نے بلانا تھا۔ مجھے یقین ہوگیا کہ میری ربوہ میں موجودگی کا علم ہونے پر ضرور مجھے بلایا گیا ہوگا۔ میں عزیزم مبارک احمد کے گھر میں مہمان ہوں۔ ان کے سب نوکروں سے پوچھا۔ کسی نے نہیں مانا کہ کوئی آدمی یا خط۔ پرچہ آیا تھا۔ رات تک تلاش رکھی۔ آخر ایک نیلا لفافہ میرے نام کا مل گیا جس میں بلاوہ شادی درج تھا۔ مجھے سخت افسوس ہوا۔ غفلت سے مجھے نہ مل سکا۔ گو کل سے مجھے سخت نزلہ اور ٹمپریچر تھا پھر بھی ضرور آتی۔ میری طرف سے آپ دونوں کو بہت بہت مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیزہ کو نہایت اعلیٰ بخت دین دنیا کے لحاظ سے عطا فرمائے۔ دعا میرے معاملہ میں بھی جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اب جلد اس فرض سے سبکدوش فرمائے .....

فقط ۔ امۃ الحفیظ بیگم

یہ خط پڑھ کر میں ورطۂ حیرت میں پڑ گئی ہمارا روزمرہ کا مشاہدہ ہے۔ دعوت نامے ملتے ہیں اور لوگ پرواہ تک نہیں کرتے اور بعض اوقات پرخلوص جذبات دل میں ہوتے ہیں لیکن کسی وجہ سے شریک محفل نہیں ہوتے مگر فوری معذرت بھی بہت ہی کم لوگ کرتے ہیں۔ یہ شان حضرت بانی سلسلہ کی صاحبزادی دخت کرام ہی کی ہے کہ اس طرح اگلے ہی روز پرخلوص دعاؤں سے نوازتے ہوئے اتنے افسوس کا اظہار فرماتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ آپ بیمار ہیں۔ اگر خط بروقت ملتا تو ضرور ہی تشریف لاتیں حضرت بانی سلسلہ کے ایک غلام سے اس طور سے مہربانی کا سلوک جہاں آپ کے حسن اخلاق کی جھلک دکھاتا ہے۔ وہاں یہ بھی علم ہوتا ہے کہ ابا جان کے خاندان حضرت اقدس سے اور بزرگوں سے خاص مراسم تھے۔

میرے ابا جان نے اپنے حالات زندگی خود تحریر فرمائے تھے آپ کو یہ تو پسند نہیں تھا کہ اس طرح لکھیں مگر جب حضرت فضل عمر نے ارشاد فرمایا کہ (رفقاء) کے حالات قلمبند کئے جائیں نیز محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے نے بار بار اس خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے حالات لکھنے شروع کئے اور فرمایا ملک صاحب کو میری وفات کے بعد دے دیئے جائیں۔ انہیں میں سے کچھ تحریر کر رہی ہوں۔

آپ لکھتے ہیں "چونکہ ان دنوں میری طبیعت مذہب کی طرف زیادہ مائل ہو رہی تھی اور میں چاہتا تھا کہ شوق سے نمازیں پڑھوں اور نماز کے لئے دفتر سے جایا کرتا تھا۔ اس لئے سکھ کلرک نہال سنگھ اور ہندو کلرک بھی اچھی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔ میں جب نماز کے لئے جاتا تو نہال سنگھ برا مناتا۔ چنانچہ ایک روز اس نے آفیسر سے میری شکایت کر دی۔ سو آفیسر نے مجھے دفتر میں بلا کر پوچھا کیا تم نماز کے لئے دفتر سے جاتے ہو۔ میں نے کہا یہ درست ہے۔ وہ کہنے لگا جب تک میں اجازت نہ دوں تم نہیں جا سکتے۔ اس وقت نماز ظہر کا وقت تھا۔ اس پر میں نے کہا صاحب میں نماز ضرور پڑھوں گا۔ اور آپ مجھے اس سے روک نہیں سکتے۔ یہ کہہ کر میں اسی کے سامنے دفتر سے نکل گیا اور سارے دفتر نے یہ نظارہ دیکھا۔ اس کے بعد میں چند روز تک دفتر نہ گیا تو ہیڈ کلرک نے مجھے ایک رقعہ لکھا کہ دفتر میں آکر جواب دو۔ تم کیوں غیر حاضر ہو۔ میں نے اس چپڑاسی کو جو چٹھی لایا تھا کہہ دیا کہ ہیڈ کلرک سے کہہ دو کہ اگر میرے ساتھ خط و کتابت کرنی ہے تو آفیسر سے کہو وہ مجھے لکھیں پھر میں جواب دوں گا۔ آفیسر نے رقعہ لکھ کر بلایا۔ اور پوچھا کیوں غیر حاضر ہو۔ اور کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا دفتر سے اس لئے غیر حاضر ہوں کہ آپ مجھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور آپ جیسے آفیسر سے مجھے کسی قسم کی درخواست کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ نوکری چھوڑ دی۔ یہ ملازمت فوج کی تھی مگر اللہ کی محبت ہر چیز پہ غالب تھی اور اللہ پر ہی توکل تھا۔ اور کامل بھروسہ تھا کہ وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ آپ کو احمدیت سے عشق تھا اور ایک سچے جانباز عاشق کی طرح ہر بات سے بے نیاز ہو کر حقوق اللہ کی ادائیگی میں مگن رہتے۔

اس کے کچھ ہی مدت بعد آپ کو فوج ہی میں دوسری ملازمت مل گئی۔ اور دوسرا انگریز آفیسر بہت ہی مہربان شخص تھا۔ ایک جمعہ کے روز آپ جب اپنے آفیسر میجر صاحب کے ساتھ کام میں مصروف حساب لکھوا رہے تھے کہ نماز جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ نے آفیسر موصوف سے کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو آفیسر صاحب نے کہا کہ مجھے چونکہ ابھی سفر پر جانا ہے اس لئے کام ختم ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔ لیکن ابا جان نے انہیں بتایا کہ جمعہ کی نماز بڑی اہم عبادت ہے اور اس کا وقت جا رہا ہے۔ اس مہربان آفیسر نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا بہت اچھا نماز پڑھ لو۔ حساب پھر کسی وقت لکھا جائے گا۔ اور نہ صرف یہ کہ دفتر کے اوقات میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ بلکہ جب کشمیر گیا تو ابا جان کے لئے بطور تحفہ ایک جائے نماز لا کر دیا اور کہا اس پر میرے دفتر میں نماز پڑھا کرو۔ ابا جان اس ضمن میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ ذکر میرا ہی ہے جو بغیر نام کے حضرت فضل عمر نے ملائکۃ اللہ میں کیا ہے۔ اس کتاب میں حضرت فضل عمر کی جلسہ سالانہ ۱۹۲۰ء کی تقریر درج ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ "اگر دفتر میں کام کرتے ہوئے نماز کا وقت آجائے تو بے شک وہاں پڑھ لو۔ مگر جہاں کوئی مجبوری نہیں اس حالت کے متعلق میرا یہی عقیدہ ہے کہ نماز نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ ملازموں کو ان کے آفیسر نماز نہیں پڑھنے دیتے۔ ایک افسر تھا۔ وہ ایک احمدی کو نماز نہیں پڑھنے دیتا تھا۔ اس نے ملازمت چھوڑ دی اور دوسری جگہ کر لی۔ دوسری جگہ اسے ایسا انگریز افسر ملا جس نے خود مصلیٰ لا کر دیا اور کہا اس پر میرے سامنے نماز پڑھا کرو۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی کام کرتا ہے خدا تعالیٰ خود اس کا انتظام کر دیتا ہے" (صفحہ ۵۰ بار اول)

آپ فرمایا کرتے تھے کہ چونکہ میری شہرت ہو چکی تھی کہ میں احمدی ہوں اس لئے بعض اوقات لوگ مخالفت بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ پٹھان نانبائی نے عین رمضان المبارک میں سحری کے وقت روٹی دینے سے انکار کر دیا۔ آپ کو نہ تو آٹا گوندھنا آتا تھا نہ روٹی بنانا روزے بھی رکھنے تھے آپ نے کوشش کی کہ گھر میں ہی روٹی پکالیں آٹا اور پانی ملا کر گولہ سا بنایا اور پکانا چاہا۔ باہر سے تو جل کر سیاہ ہو گیا اور اندر سے کچا ہی رہا کھایا نہ جا سکا بہرحال اسی طرح تین روزے گزر گئے۔ آپ کے دفتر کے ایک ہندو ساتھی کو علم ہوا تو اس نے سحری اور افطاری کا انتظام کر دیا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے نانبائی کے دل کو بھی نرم کر دیا اس نے روٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دینا شروع کردی۔ آپ کہا کرتے تھے کہ کام تو خدا نے کرنے ہوتے ہیں اس لئے دعوت الی اللہ میں اگر مشکلات حائل ہوں تو گھبرا کر پیچھے کبھی نہیں ہٹنا چاہیئے۔ آپ دورانِ ملازمت اپنے انگریز افسروں کو بھی پیغام پہنچاتے رہے اور ان پر آپ کی شرافت اور نیکی کا بہت اثر ہوتا تھا۔ اس طرح کا ایک واقعہ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ "۱۹۱۸ء میں میجر جیزنی کے بعد کپتان ہاؤس آگئے اور ہمیں فیلڈ فورس جانا پڑا۔ اس افسر نے مخفی کتاب میں تحریر کیا کہ اگر بابو فضل احمد اور یونٹ میں اختلاف پڑ جائے تو میں پر زور سفارش کرتا ہوں کہ فضل احمد کی بات پر کمان افسر عمل کرے۔ کیونکہ یہ بہت دیانتدار اور سچا آدمی ہے وغیرہ۔ ان کے بعد ایک اور کمان افسر آگئے۔ میں راولپنڈی میں تھا اور ہمارا کور جلال آباد کے قریب تھا۔ وہاں چارج لینے پر میری غیر حاضری میں بعض ہندوستانی افسران نے ان سے کہا کہ آپ کی کور کا کمان افسر تو دراصل بابو فضل احمد ہی ہے جو یہاں کا ہیڈ کلرک ہے۔ اس نے جوش میں آکر کہا۔ ہم اسے دیکھیں گے اور وہ ہمارے زمانے میں نہ رہ سکے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک بڑے افسر کو جلال آباد میں ملنے گیا۔ جس نے اسے یونٹ کا چارج لینے کی مبارکباد دی اور کہا وہاں ایک بابو فضل احمد نام کا ہے اور کہا کہ تم اس کی بات ماننا کرنا اور اس کے خلاف کسی کی شکایت نہ سننا۔ وہ حیران ہوا چند دن کے بعد راولپنڈی آیا۔ تو ہمارے یونٹ کے سرداروں کے متعلق میری رائے پوچھی۔ مجھے علم تھا کہ وہ کہہ چکا ہے کہ ہمارے زمانہ میں فضل احمد نہیں رہے گا اور اب وہی افسر پوچھ رہا ہے کہ انڈین افسروں کے متعلق اپنی رائے بیان کرو۔ پہلے تو میں خوف زدہ ہوا مگر اس کے اصرار پر میں نے اپنی رائے بیان کی تو اس نے بہت خوش ہو کر کہا کہ آپ ہمارے زمانہ میں بھی ویسے ہی معزز رہیں گے جیسے پہلے افسران کے زمانہ میں رہتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے اپنے انگریز افسر کو.... اصول کی فلاسفی پڑھنے کو دی (انگریزی) انہوں نے اور ان کی بیگم نے بڑی خوشی سے یہ کتاب لی اور پڑھنے کے بعد کہا کہ میں اور میری میم صاحب اس کتاب سے بہت متاثر ہوتے ہیں اور اس کتاب نے میرے سینے میں ایسا اثر کیا ہے جیسے جلتے ہوئے کوئلوں پر پانی ڈالیں تو ان سے شش کی آوازیں آتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کر دو تا میں اپنے عہدیداروں کو دوں اور انہیں بھی خوبیوں کا علم ہو سکے۔ آپ نے جواباً کہا کہ اصل کتاب تو اردو میں ہی ہے اس کے اصرار پر ۳ کاپیوں کا وی پی قادیان سے منگوایا گیا اور کمانڈنگ آفیسر کے حکم سے وی پی چھڑایا گیا اور کمان افسر نے اپنے ہاتھ سے ہر افسر کو ایک ایک کاپی پڑھنے کو دی اور صاحب نے کتاب کی بہت ہی عمدہ پیرائے میں تعریف کی اور یہاں تک کہا کہ میری بیگم تو اس کی عاشق ہے اور چند روز بعد صاحب موصوف کے تبادلہ پر آپ انہیں الوداع کہنے کے لئے بنوں ریلوے سٹیشن پہ گئے تو موصوفہ نے کہا "میں آپ کی کتاب کو ساتھ لے جا رہی ہوں۔ میں اس سے علیحدگی پسند نہیں کرتی اور .... اصول کی فلاسفی کتاب" کی بہت تعریف کی۔ ابا جان فرمایا کرتے تھے کہ بغیر رقم خرچ کئے مجھے خدا تعالیٰ نے خدمتِ دین کا موقعہ فراہم کر دیا۔ آپ کو حضرت فضل عمر سے امامت اولیٰ کے دور سے ہی بہت عقیدت اور محبت تھی۔ اسی ضمن میں ایک واقعہ جو ۱۹۱۰ء میں ڈلہوزی میں پیش آیا آپ نے تحریر فرمایا۔ "ڈلہوزی میں میں ایک ایسے مکان میں اترا جہاں قریب کوئی احمدی نہ تھا۔ کوتوال عبدالغفار صاحب کا مکان راستے میں پڑتا تھا۔ وہ مجھے آتے جاتے دیکھتے رہتے تھے۔ ان کے مکان پر اکثر مہمان اور وہ بھی بڑے بڑے مہمان اترتے تھے میں کوتوال صاحب کو سلام کر کے گذر جاتا مگر کبھی ان کے پاس نہ بیٹھتا۔ ایک روز انہوں نے کہا۔ آپ میرے پاس کیوں نہیں بیٹھتے؟ دیکھو میرے پاس مہمان آتے رہتے ہیں کھاتے پیتے ہیں۔ آپ کبھی نہیں آتے۔ میں نے کہا جن چیزوں کی آپ کے پاس افراط ہے اور جنہیں آپ کے مہمان پسند کرتے ہیں۔ میں ان اشیاء کا نہ شائق ہوں نہ طلبگار۔ مجھے تو ایسے لوگوں کے پاس بیٹھنے کی خواہش ہوتی ہے جو خدا کی باتیں کریں یا سنیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور مجھے کہا کہ مجھے تو آپ جیسے لوگ پسند ہیں۔ میں انہیں باہر لے گیا۔ انہوں نے دل کھول کر باتیں کیں اور کہا کہ یہ دنیا دار تو میرے پاس کھانے پینے کے لئے آجاتے ہیں۔ حقیقت میں ان کو نہ میرے ساتھ محبت ہے نہ مجھے ان کی خواہش ہے۔ مجھے تو باخدا لوگوں کی خواہش ہے سو شکر ہے کہ آپ مل گئے۔ میں نے کہا ہمارے سلسلہ میں ایک نوجوان ایسا ہے جس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے۔ کہنے لگا وہ کون ہیں۔ میں نے کہا مرزا محمود احمد صاحب آف قادیان۔ اس پر اس نے ملنے کی بڑی خواہش ظاہر کی اور دل سے چاہا کہ آپ پہاڑ پر ہی ان سے مل لیں۔ اس خواہشِ صادق کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا۔ اور وہ اس طرح کہ جب ۱۹۱۰ء میں ڈلہوزی سے خاکسار بٹالہ آگیا تو قادیان جانے پر دیکھا کہ ایک یکہ بیت مبارک کی سیڑھیوں کے پاس کھڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت امام جماعت احمدیہ (ثانی) جو ان دنوں میاں صاحب کہلاتے تھے۔ ڈلہوزی تشریف لے جا رہے ہیں تھوڑی دیر میں آپ تشریف لائے۔ میرے پوچھنے پر فرمایا ڈلہوزی جا رہا ہوں۔ میں نے عرض کیا وہاں کا کوتوال عبدالغفار خاں آپ سے ملنے کا مشتاق ہے۔ غرض تھوڑی دیر میں یکہ روانہ ہو گیا۔ اور میں نے اسی وقت ڈاک میں کوتوال صاحب کو اطلاع دی کہ وہ نوجوان صالح جن کا میں نے ذکر کیا تھا اور جن کا اسم گرامی مرزا محمود احمد صاحب آف قادیان ہے۔ ڈلہوزی آرہے ہیں آپ ان کو ملیں"۔ اس خط کی روانگی کے بعد کے واقعات کا علم مجھے حضرت صاحب سے ہی ہوا کہ میرا لفافہ ملنے پر کوتوالی شہر و چھاؤنی نے اپنے آدمی بھیجے کہ مرزا محمود احمد صاحب آف قادیان کا پتہ لگاؤ کہ وہ کہاں اترے ہیں۔ ان لوگوں نے سمجھا کہ وہ ایک بڑے پیر کے لڑکے ہیں اس لئے کسی خاص اہتمام اور خاص خدام کے ذریعہ آئے ہوں گے۔ آخر کوتوال صاحب ڈلہوزی شہر گئے تو انہیں معلوم ہوا کہ آپ ایک احمدی بھائی کے مکان پر اترے ہوئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میں ڈلہوزی شہر پہنچا تو سیدھا ایک خانۂ خدا کو گیا۔ وہاں میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک احمدی بھائی نے مجھے دیکھ لیا۔ نماز کے بعد سلام کر کے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور مجھے اپنے مکان پر لے گیا ایک دو روز کے بعد کوتوال صاحب آئے اور آپ (ابا جان) کا لفافہ دکھلا کر کہا کہ میں آپ کی تلاش کر رہا ہوں۔ اب جو آپ مل گئے ہیں تو میرے مکان پر تشریف لائیں۔ غرض وہ مجھے (حضور کو) بیلون بازار چھاؤنی میں لائے اور شہر چھاؤنی کے شرفاء کو دعوت دے کر بلایا اور مجھے کہا کہ آپ ان کو پہلے دین کی باتیں بتائیں بعد میں کھانا کھلایا جائے گا۔ پھر اور جگہوں پر لے جا کر دینی گفتگو کرائی۔

ابا جان بیان کرتے کہ "حضرت امام جماعت احمدیہ (اول) کی مجالس میں مجھے بکثرت بیٹھنے کا موقعہ ملا۔ پہلے تو حضور مجھے "آپ" کے لفظ سے مخاطب فرماتے تھے پھر "اڈے" کہہ کر جو اردو میں "ارے" کے مترادف ہے۔ پکارنے لگے جس سے مجھے بڑی خوشی ہوتی۔ کیونکہ اس لفظ سے خاص خادم یا بے تکلف کو پکارتے ہیں"۔ آپ حضور کی خدمتِ اقدس میں جلدی جلدی عریضہ، دعا بھیجا کرتے تھے۔ حضرت امام جماعت احمدیہ (اول) کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے جس کی وجہ سے آپ کی سیرت طیبہ کے چشم دید واقعات سنا کر سماں باندھ دیتے یہاں میں صرف چند ایک واقعات ہی درج کروں گی۔

ابا جان نے بارہا سنایا کہ حضرت امام جماعت (اول) نماز عصر سے نماز مغرب تک تنہائی میں درود شریف پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جمعہ کے روز نماز عصر میں ایک خاص گھڑی دعا کی قبولیت کی آتی ہے۔ آپ بیان کرتے کہ ایک روز میں آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا دیکھا کہ آپ ایک ہلکے گلابی رنگ کے پھول کو کبھی بوسہ دیتے اور پھر اسے اپنی آنکھ پر رکھتے ہیں اور بار بار ایسا کرتے ہیں کچھ دیر بعد فرمایا کہ مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آرہی تھی۔ حضور کے رخسارِ مبارک بھی ایسے ہی گلابی رنگ کے تھے۔

حساباً یسیراً کی لطیف تشریح۔ ایک روز حکیم غلام محمد صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ قرآن شریف میں جو حساباً یسیراً آتا ہے اس کی تشریح کیا ہے۔ فرمایا۔ اچھا کچھ دن گذر گئے اور اس اثناء میں جو رقم حضور کے پاس نذرانہ وغیرہ کی آتی۔ آپ حکیم صاحب موصوف کو اپنے پاس رکھنے کی ہدایت کرتے اور جو کچھ خرچ آپ کی طرف سے ہوتا انہیں کے ہاتھ سے کرواتے۔ ایک دن حضور نے ان سے فرمایا کہ نذرانے کی جو رقم آپ کے پاس ہے اس کے حساب لکھ کر لائیں کہ کیا کچھ آیا اور کیا خرچ ہوا۔ اور باقی کیا ہے۔ چونکہ حضرت حکیم غلام محمد صاحب کو یہ خیال و وہم بھی نہ تھا کہ حضور حساب طلب فرمائیں گے وہ تو نذرانہ کی رقم لیتے اور مطابق حکم حضور خرچ کرتے رہے تھے۔ حساب مانگنے پر بہت گھبرائے اور لگے حساب لکھنے مگر حساب لکھا ہوا تو تھا نہیں محض یادداشت کی بنا پر کچھ لکھا۔ کچھ یاد نہ آیا۔ دیر ہو گئی آپ بار بار حساب طلب فرماتے۔ ایک روز حضور نے فرمایا کہ جلدی حساب لاؤ تو دیا جو تھوڑا بہت لکھا تھا ڈرتے ڈرتے لے گئے تو حضور نے بعد ملاحظہ پوچھا کہ حساب میں فلاں فلاں آمد اور فلاں خرچ درج نہیں ہے تو حکیم صاحب کی گھبراہٹ کی کوئی حد نہ رہی۔ یہ حال دیکھ کر فرمایا۔ مولوی صاحب ہم جانتے ہیں آپ دیانتدار ہیں۔ آپ نے خیانت نہیں کی۔ جاؤ حساب ٹھیک ہے پھر فرمایا آپ حساباً یسیراً کی تشریح پوچھتے تھے۔ اسی طرح قیامت میں بھی ہو گا۔

نظارت تعلیم ربوہ کے شعبہ امداد طلباء کے تحت مستحق نادار اور یتیم طلباء کو تعلیمی وظائف دیئے جاتے ہیں۔ صاحب حیثیت اور مخیر احباب سے گذارش ہے کہ اپنے عطیات اور صدقات کی رقوم براہ راست بنام نگران امداد طلباء یا خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد امداد طلبہ بھجوائیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# ہماری تاریخ

۱۴ر مارچ ۱۹۰۸ء کو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا امرتسر خالصہ کالج سے فٹ بال کا فائنل میچ مقرر تھا۔ آپ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب) میچ دیکھنے امرتسر تشریف لے گئے چنانچہ "الحکم" کا نامہ نگار میچ کے ابتدائی حالات بیان کرنے کے بعد لکھتا ہے:۔

"حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب جو اس وقت میچ میں شریک تھے سجدہ شکر کے بعد اُٹھے اور فرمایا ہم نے تو صرف یہ دُعا کی ہے کہ "نہ ویسے جن پر تیرا غضب ہو" ان کا یہ فرمانا تھا کہ بجلی کی طرح میرے دل میں وہ سماں بندھ گیا اور ساری حقیقت اس دُعا کی میرے دل میں پھر گئی اور میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی نکتہ رس طبیعت اور انتقالِ ذہن پر عش عش کر گیا۔ اور پھر میں نے بھی اسی رنگ میں دُعا کرنی شروع کر دی۔ واقعی یہی دُعا اس وقت کے مناسب حال تھی۔ کیونکہ ابھی دس پندرہ منٹ باقی رہتے ہیں مقابل کے لوگ بہت تیز، چالاک، تجربہ کار اور خوب آراستہ تھے اور ان کا گول کر لینا ایک دو نہیں بلکہ اپنی طاقت کی طرف دیکھنے سے تو کئی گول کر لینا ممکن تھا۔ غرض مناسب حال یہی ایک دعا تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا اور انجام بخیر ہوا اور مقابل کے لوگ کوئی گول نہ کر سکے اور اسی طرح سے خدا نے محض اپنے فضل سے تعلیم الاسلام ہائی سکول کو فتح عطا کی جو کہ لڑکوں کے لئے خصوصاً موجب ازدیادِ ایمان ہوئی۔ اور قبولیت کا ایک تازہ نمونہ خدا نے ان کے اپنے وجود میں عطا کر دیا۔ اس طرح سے مدرسہ تعلیم الاسلام ہائی سکول ۱۹۰۸ء کا امرتسر سرکل میں فٹ بال چیمپئین سکول تسلیم کر لیا گیا۔ ساڑھے پانچ بجے کل لڑکے بلند آواز سے تکبیریں کہتے ہوئے واپس اپنے مکان پر پہنچے۔ اس وقت چونکہ بہت سے غیر از جماعت احباب بھی ہمدردی اور محبت کے تقاضا سے ساتھ مکان تک تشریف لائے تھے لہٰذا مناسب سمجھا گیا کہ ایک مختصر سی دعوت ان کو دی جائے۔ چنانچہ بعض احمدی احباب امرتسر نے ہی شیرینی ان کے واسطے منگوائی اور دعوتِ نوجوانی کے واسطے اوّل سیکرٹری صاحب انجمن تشحیذ الاذہان ماسٹر عبد الرحیم صاحب اور پھر پریذیڈنٹ حضرت صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مختصر اور لطیف تقریریں کیں۔ اور جلسہ برخاست ہوا۔ اس موقع پر آپ نے کیا تقریر فرمائی اس کی تفصیل آپ ہی کے قلم سے مندرجہ ذیل ہے:۔

"پارٹی کے بعد انہوں نے مجھے کہا کہ آپ کوئی تقریر کریں۔ میں نے اس سے پہلے عام مجلس میں کبھی تقریر نہیں کی تھی۔ مدرسہ میں تقریریں کی تھیں مگر وہاں بڑے بڑے لوگ بیٹھے تھے۔ اور شہر کے رؤساء موجود تھے۔ اس لئے میں نے عذر کیا کہ اس وقت میں تیار نہیں۔ انہوں نے کہا کچھ بھی ہو آپ کسی موضوع پر تقریر کر دیں۔ میں نے دُعا کی کہ خدا پاک تُو نے اپنے فرشتے کے ذریعے مجھے سورۃ فاتحہ کی تشریح سکھائی ہے اب امتحان کا وقت ہے۔ تُو مجھے اپنے فضل سے کوئی ایسا مضمون سمجھا کہ اس سے پہلے کسی کے ذہن میں نہ آیا ہو۔ اس دُعا کے بعد میں نے تقریر شروع کی اور یکدم خدا تعالیٰ نے میرے دماغ میں ایک ایسا مضمون ڈالا جو آج تک کسی ۔۔۔ میں بیان نہیں ہوا۔ میں نے کہا سورۃ فاتحہ میں خدا تعالیٰ ہمیں ایک دُعا سکھاتا ہے اور وہ یہ ہے۔ اے خدا نہ ہم مغضوب بنیں اور نہ ضالّ بنیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ مغضوب علیہم سے مراد یہودی ہیں اور ضالّین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ دوسری طرف اس بات پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ یہ سورۃ مکّہ میں نازل ہوئی ہے۔ اب یہ ایک عجیب بات ہے جب یہ سورۃ نازل ہوئی تھی۔ اس وقت نہ یہودی آپ کے مخالف تھے نہ عیسائی آپ کے مخالف۔ صرف مکّہ کے مشرکین تھے۔ اس میں کیا راز اور کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا تو ذکر نہ کیا جن کی مخالفت کا مکّہ میں شدید زور تھا اور یہود و نصاریٰ کا ذکر کر دیا جو وہاں آٹے میں نمک کے برابر تھے۔ اس میں یہ راز ہے کہ قرآن مجید کا نازل کرنے والا عالم الغیب خدا جانتا تھا کہ اس کی تقدیر کے تحت مکّہ کا مذہب ہمیشہ کے لئے تباہ کر دیا جانے والا تھا۔ اور آئندہ اس کا نام و نشان تک نہ ملنا تھا۔ پس جو مذہب ہی مٹ جانے والا تھا اس سے بچنے کی دُعا سکھانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو مذاہب بچ رہنے تھے اور جن سے رُوحانی یا مادّی رنگ میں اسلام کا ٹکراؤ ہونا تھا۔ ان کے بارے میں دُعا سکھا دی گئی۔

---

# لجنہ کالم

کوئٹہ میں حضرت امام جماعت الثانی (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے ایک تقریر کے دوران عورتوں کو وقت کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

وقت بھی خدا تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ ہمارے ملک کا پرانا خیال یہی تھا کہ وقت کی پابندی نہ کرنا بڑے لوگوں کا کام ہے۔ چنانچہ جتنے بڑے لوگ ہوتے تھے اتنا ہی وہ زیادہ اپنے آپ کو وقت کی پابندی سے معذور سمجھتے تھے۔ لیکن اب دُنیا کا نظریہ بدل چکا ہے۔ دُنیا نے تجربہ سے معلوم کر لیا ہے کہ کسی کا بڑا ہونا اسے وقت کی پابندی سے آزاد نہیں کر دیتا بلکہ کسی شخص کے بڑا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وقت کی زیادہ پابندی کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اوقات کی پابندی کیا کرتے تھے۔ آج مجھے یہ معلوم کر کے تعجب ہوا کہ اجلاس کا وقت پانچ بجے مقرر تھا۔ حالانکہ کوئٹہ کے حالات کے مطابق عصر کی نماز سوا پانچ بجے ہوتی ہے۔ اس لئے اجلاس کا وقت کسی صورت میں بھی چھ بجے سے پہلے مقرر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ آنے والی خواتین نے بھی اپنی عادت کے مطابق اجلاس میں شمولیت کے لئے کچھ وقت لیا ہے۔ میں نے پانچ بجے دریافت کیا تو مجھے بتلایا گیا کہ ابھی بہت کم عورتیں آئی ہیں۔ یہ طریق غلط ہے۔ اس سے کام کرنے والوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ کام کرنے والے لوگ تو وقت پر آجاتے ہیں۔ مگر گھنٹہ بھر انہیں انتظار کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح ان کا دوسروں سے زیادہ وقت ضائع ہوتا ہے۔

تقریر کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ انسانی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک غذائی پہلو اور دوسرا فعالی پہلو ہے۔ غذائی پہلو میں انسان غذا سے طاقت حاصل کرتا ہے اور فعالی پہلو سے حاصل کی ہوئی طاقت کو استعمال کرتا ہے۔ یہی حالت دین کی ہے اس میں بھی ایک حصّہ غذائی ہے۔ جس میں نماز روزہ وغیرہ شامل ہیں اور دوسرا فعالی اس کے متعلق حضور (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے ارشاد فرمایا:۔

"پس ایک نصیحت میں تمہیں یہ کروں گا کہ تم روح کی غذا کی حالت کو بہتر بناؤ جس طرح تم چاہتی ہو کہ تمہارا جسم زندہ رہے تم بیمار اور کمزور ہو جاتی ہو تو دوائیں کھاتی ہو۔ یخنی پیتی ہو۔ مقویات استعمال کرتی ہو یا اگر کسی کا جگر خراب ہو تو وہ سبزیوں کا استعمال زیادہ کرتی ہیں۔ اسی طرح اگر تمہاری رُوح کمزور ہے تو اس کی تقویت کا انتظام کرو۔ اگر صرف نماز سے سرور نہیں ہوتا تو ذکرِ الٰہی کرو۔ اگر صرف (۔۔۔) سے سرور پیدا نہیں ہوتا تو صدقہ خیرات کرو۔ پیٹ بھرنے کا آخری یہی قاعدہ ہے کہ اگر ۱۰ لقموں سے پیٹ نہیں بھرتا تو پانچ لقمے اور کھاؤ۔ یہی رُوح کا حال ہے۔ اگر صدقہ سے رُوح میں تازگی پیدا نہیں ہوتی تو اور صدقہ دو۔ اگر پانچ نمازوں سے رُوح میں تازگی پیدا نہیں ہوتی تو چھ نمازیں پڑھو اور اگر پھر بھی تازگی پیدا نہیں ہوتی تو سات نمازیں پڑھو۔ نماز چھوڑ دینے سے رُوح تازہ نہیں ہوتی۔ بلکہ نمازیں زیادہ پڑھنے سے رُوح میں تازگی پیدا ہوتی ہے، ہر رُوح کا ایک غذائی پہلو ہے جس کی طرف میں تمہیں توجہ دلاتا ہوں۔

انسانی زندگی کا دوسرا پہلو فاعلی ہے ہے انسان جو غذا کھاتا ہے اس سے جسم میں طاقت پیدا ہوتی ہے اور وہ کام کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص کھانا کھانے کے بعد بستر پر لیٹ رہے اور کوئی کام نہ کرے تو دیکھنے والے یہی کہیں گے کہ اس میں اپنے جسم سے صحیح کام لینے کا مادّہ نہیں۔ اسی طرح یہ روحانی غذائیں ہیں۔ ان سے طاقت حاصل کر لینے کے بعد انسان کو اور کام بھی کرنا پڑتا ہے، جو شخص نماز پڑھ کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں نے اپنا کام کر لیا۔ یا روزے رکھ کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں نے اپنا کام کر لیا۔ یا صدقہ خیرات دے کر یہ سمجھ لیتا ہے کہ میں نے اپنا کام کر لیا۔ وہ ایسا ہی بیوقوف ہے جس طرح وہ شخص ہے جو کہے کہ میں نے روٹی کھا لی پانی پی لیا اور زندگی کا کام پورا کر لیا۔ کھانا پینا زندگی

باقی ص ۷ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# ماہِ رمضان اور صدقات

ایک حدیث کا ترجمہ :۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان میں آپ کی سخاوت اور بھی زیادہ ہوتی تھی۔ جبرائیلؑ آپ سے ملاقات کرتے تھے اور قرآن کریم کا ورد کرتے تھے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں تیز آندھیوں سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام حالات میں بھی تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے۔ چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جو سخاوت فرماتے تھے اس سلسلے میں واقعات پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی نے کچھ مانگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خالی نہیں لوٹایا۔ بلکہ اسے کچھ عطا فرمایا۔ ایک دفعہ ایک شخص آیا تو آپ نے دو پہاڑیوں کے درمیان وادی میں بکریوں کا پورا ریوڑ اس کے حوالے کر دیا وہ اپنی قوم کے پاس گیا اور جا کر کہا اے میری قوم اسلام قبول کر لو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں کہ فقر و غربت کا انہیں خوف ہی نہیں (مسلم)

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیا جبہ پہن کر ایک مجلس میں تشریف لائے۔ ایک صحابیؓ نے مانگ لیا۔ آپؐ نے اسے دے دیا۔

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی حضورؐ سے مانگا گیا یا کوئی سوال کیا گیا آپؐ نے کبھی جواب میں "لا" نہیں فرمایا یعنی کبھی آپؐ کی زبان سے نہ نہیں نکلی (بخاری)

مشہور شاعر فرزدق نے خوب کہا ہے جس کا حقیقی مصداق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات نظر آتی ہے۔ کہ کبھی "لا" یعنی "نہ" کا لفظ زبان پر نہیں لایا سوائے اس "لا" کے جو تشہد میں آتا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر تشہد نہ ہوتا تو آپؐ کی یہ نہی بھی ہاں میں بدل جاتی۔ الغرض یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا عام معمول تھا۔ رمضان میں یہ سخاوت پورے جوبن پر ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباسؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سوالی کو عطا فرماتے۔ (بیہقی)

دنیا کی حکومتیں بڑے جشن، قومی دن، اور تہواروں کے موقعہ پر قیدیوں کو آزاد کیا کرتی ہیں۔ کچھ ایسے ہی جب رمضان کا بابرکت مہینہ آتا ہے تو روحانیت کا سب سے بڑا جشن منایا جاتا ہے۔ اسی لئے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی میں قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے یہی نہیں خود کائنات کا شہنشاہ رب العالمین رمضان کی آمد پر فرماتا ہے۔ کہ رمضان کی ہر شب کئی لوگوں کو خدا آگ سے آزاد کرتا ہے الغرض رمضان میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا بہت ثواب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ رمضان کے مہینے میں خرچ کرنے میں بخل نہ کیا کرو۔ بلکہ اپنے نان و نفقہ پر بھی خوشی سے خرچ کیا کرو۔ کیونکہ اس مہینہ میں تمہارے اپنے نان و نفقہ کا ثواب بھی خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے برابر ہے۔

(جامع الصغیر)

کیونکہ اس خرچ سے بھی انسان سحری و افطاری ہی کا انتظام کرتا ہے۔ اور یہ خرچ بھی عبادت پر ہی ہوتا ہے۔ اس کا بھی ثواب رکھا ہے۔ اسلئے حدیث میں آیا ہے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جسمیں مومن کا رزق بڑھایا جاتا ہے۔ اور نفلی صدقہ کرنے والے کو فرض کے برابر ثواب ملتا ہے۔ اور فرض زکواۃ ادا کرنے والے کو ۷۰ فرض ادا کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے۔

بیہقی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین صدقہ وہ ہے جو رمضان میں کیا جائے۔ (ترمذی)

پس صدقہ اور خیرات وہ سبق ہے جو روزہ ہمیں سکھاتا ہے۔ جب انسان خود بھوکا رہتا ہے تو اسے غریب بھائیوں کی خبر گیری کرنے کی تحریک ہوتی ہے۔ روزوں کے فدیہ کے طور پر جو مسکین کیلئے کھانا مقرر کیا گیا اسمیں یہ حکمت بھی ہے کہ بھوکوں اور مسکینوں کو بھی کم از کم رمضان میں تو کھانا مل جائے۔

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے دنوں میں بہت کثرت سے صدقہ و خیرات کیا کرتے تھے احادیث میں آتا ہے کہ رمضان کے دنوں میں آپ تیز چلنے والی آندھی کی طرح صدقہ کیا کرتے تھے۔ اور درحقیقت یہ قومی ترقی کا ایک بہت بڑا گر ہے کہ انسان اپنی چیزوں سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ تمام قسم کی تباہیاں اسوقت آتی ہیں جب کسی قوم کے افراد میں یہ احساس پیدا ہو جائے۔ کہ ان کی چیزیں انہی کی ہیں۔ دوسروں کا ان میں کوئی حق نہیں۔

دنیا کے انجام کی بنیاد اس اصل پر ہے کہ میری چیز دوسرا استعمال کرے اور رمضان اسکی عادت ڈالتا ہے۔ (.............)

(------ صد ۳۷۲ تا ۳۷۳)

بقیہ: صد ۶ سے آگے

اور نہ روحانی زندگی کا مقصود نماز روزہ کے کام نہیں۔ بلکہ اسے کام کے قابل بنانے کے لئے غذائیں ہیں۔ اسی طرح یہ روحانی کام بھی انسانی زندگی کا مقصود نہیں۔ نہ جسمانی زندگی کا مقصود کھانا پینا ہے وغیرہ ہے۔ یہ دونوں سہارے ہیں ایک جسم کے لئے ایک روح کے لئے۔ ایک سے جسم کام کے قابل بنتا ہے اور دوسرے سے روح کام کے قابل بنتی ہے۔ جسم میں جب طاقت پیدا ہوتی ہے تو انسان نوکری کرتا ہے۔ تجارت کرتا ہے اور دنیا کے دوسرے کام کرتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے تو وہ مختلف کام کرتا ہے۔ وہ کام کیا ہے۔ وہ کام دو قسم کے ہیں۔ ایک تو اس کا کام مخفی ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی محبت میں ترقی کرتا ہوتا ہے۔

دوسرا کام انسانی دماغ کی اصلاح اور اس کے فکر کی اصلاح اور اس کے خیالات و جذبات کی اصلاح ہے۔ جس طرح روٹی کھانے کے نتیجہ میں انسان ہل چلاتا ہے۔ تجارت کرتا ہے۔ صنعت و حرفت کرتا ہے۔ مزدوری کرتا ہے۔ انسان کے جسم میں طاقت ہو تبھی وہ اچھا سپاہی، اچھا وکیل اور اچھا مدرس بن سکتا ہے۔ اسی طرح روحانی غذاؤں نماز روزہ (ــــ) اور ذکرِ الٰہی وغیرہ کے نتیجہ میں انسان کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس طاقت کے نتیجے میں اس کے اخلاق درست ہو جاتے ہیں۔ وہ ظلم سے دور چلا جاتا ہے۔ اس کے اندر دیانت و امانت رحم اور عدل پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں خدمتِ خلق کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ محبت اور قربِ الٰہی کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ خود بھی یہ کام کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کرواتا ہے مثلاً جھوٹ نہیں بولتا اور کوشش کرتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی جھوٹ نہ بولیں۔ وہ دوسروں پر ظلم نہیں کرتا بلکہ وہ دوسروں کو بھی تلقین کرتا ہے کہ وہ بھی دوسروں پر ظلم نہ کریں۔ اس کے خیالات پاکیزہ ہو جاتے ہیں۔ اور وہ دوسروں کے خیالات کو بھی پاکیزہ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ غرض اس کی روح رات دن مخلوق کی اصلاح میں لگی رہتی ہے۔

# وطن کی خدمت

اگر مُلک و ملّت کی خدمت نہ ہوگی
تو یہ زندگی وجہِ عزّت نہ ہوگی

نہ ہوگا اگر ایک خون اور پسینہ
تو حاصل کسی طور راحت نہ ہوگی

ہے محنت کا پھل کامیابی کی خوشیاں
خوشی ہو نہ دل میں تو محنت نہ ہوگی

اگر ہم کریں گے نہ عزّت کسی کی
یقیناً ہماری بھی عزّت نہ ہوگی

پہنچ پائیں گے اپنی منزل پہ کیسے
اگر ہم میں چلنے کی طاقت نہ ہوگی

بھرو جھولیاں اپنی علم و عمل سے
جہاں میں کوئی ایسی دولت نہ ہوگی

محبّت جو بن جائے عادت ہماری
ہمیں پھر کسی سے بھی نفرت نہ ہوگی

بڑوں کی دعاؤں سے بڑھتی ہے ہمّت
دواؤں میں بھی ایسی طاقت نہ ہوگی

یہ سب کچھ ہمیں مانگنا ہے خدا سے
کہ بنتی ہے ہر بات اسکی رضا سے

نسیمؔ آپ کی بات سُنتے ہیں بچّے
کہ واقف ہیں آپ انکی ہر اک اَدا سے

یہ کہہ دیجیئے گا کہ محنت کریں وہ
وہ محنت کہ جو معتبر ہو دعا سے

کسی بات کو بھی وہ مشکل نہ سمجھیں
کریں بات کوئی نہ لیکن ریاء سے

خدا کے بنیں اور خدا کے رہیں وہ
محبّت کریں وہ شہِ دوسرا سے

وہ آنکھوں کی ٹھنڈک"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# تعلیم القرآن

قدرتِ ثانیہ کے مظہر ثالث سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب فرماتے ہیں :۔

" اولاد کی تربیت اور اس کو قرآن کریم پڑھانے کی اصل ذمہ داری والدین پر ہے۔ انہیں اس کے لئے خدا تعالےٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ان سے سوال کیا جائے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اس نعمت یعنی قرآنِ کریم سے جو انہیں حاصل تھی کیوں محروم کر دیا؟ "

نیز فرمایا :۔

" ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے آپ کا پہلا اور آخری فرض یہ ہے کہ آپ اپنی اولاد کو پہلے قرآن ناظرہ پڑھائیں اور پھر اس کا ترجمہ سکھائیں اور پھر ان کے لئے ایسا ماحول پیدا کریں کہ قرآنِ کریم کی محبت اور عشق ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے۔ "

مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں تمام احمدی والدین کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اس بنیادی ذمہ داری کو کما حقہٗ ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

( ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن وقف عارضی ربوہ )

## بقیہ : صفحہ ۱ سے آگے

ہے۔ اس لئے اگر اس راستے کی ذمہ داریوں کا صحیح طور پر ادراک کیا جائے تو اس راستے پر چلنے کی دُعا کے ساتھ ہی انسان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی بشارت اس میں مخفی ہوتی ہے کہ یہ ہی وہ راستہ ہے جو فلاح اور کامیابی کا راستہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت کے حصول کا راستہ ہے۔ اور یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر ابدی زندگی حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس خطبہ میں فرمایا کہ رمضان المبارک کے آخر پر پہنچنے کے ساتھ ہی یہ مضمون بھی اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے جو کئی ماہ قبل شروع کیا گیا تھا۔


**سرکن دا اپھارہ** نیز دیگر امراضِ حیوانات مثلاً منہ کھر، زہر باد، سوزشِ پستان، فالج، ٹک، تھنوں میں ناڑ وغیرہ پیدا ہونا، گل گھوٹو (خناق)، کنار دواہ۔

چیچک وغیرہ کیلئے کیوریٹو ادویات مندرجہ ذیل سٹاکسٹ سے کمپنی کے مقررہ نرخ پر حاصل کریں۔

(ویٹرنری ڈاکٹرز فری لٹریچر و سیمپلز براہ راست کمپنی سے طلب کریں)

- لاہور : ___ پاکستان میڈیکوز۔ لوئر مال
- کراچی : ___ شہزاد میڈیکل سٹور۔ بھینس کالونی رُوٹ نمبر 5 لانڈھی
- فیصل آباد : ___ میاں شادی میڈیسن۔ گول امین پور بازار
- راولپنڈی : ___ جرمن ہومیو لیبارٹریز۔ بوہڑ بازار
- ملتان : ___ زکریا میڈیکل سٹور۔ بیرون لوہاری گیٹ
- رحیم یار خان : ___ رحمٰن میڈیکل سٹور۔ کچی منڈی لیاقت پور رحیم یار خان

**کیوریٹو میڈیسن کمپنی** (ڈاکٹر راجہ ہومیو) رجسٹرڈ

لاہور

کراچی

ہیڈ آفس ___ ربوہ ___ فون : ___ ۷۷۱ ، ۶۰۶


## مُلکی خبریں

○ ضیاء الحق کے دور میں بڑے بڑے اداروں کے تین ارب ساٹھ کروڑ روپے کے قرضے معاف کرنے کا فیصلہ ابھی سیاسی حلقوں میں موضوعِ بحث بنا ہوا تھا کہ اب معلوم ہوا ہے کہ موجودہ حکومت نے حال ہی میں ۲۰ کروڑ روپے کے مزید صنعتی قرضے معاف کر دیئے ہیں۔

○ پنجاب حکومت نے صنعتی کارکنوں کی تنخواہ کم از کم ۳ ، ہزار روپے مقرر کرنے کی سفارش کر دی ہے۔

○ سینٹ میں بحث کے دوران انکشاف کیا گیا ہے کہ ایک افغان مہاجر بلوچستان اسمبلی کا رکن بن گیا ہے۔ سینٹ کو بتایا گیا کہ ۳۰ ، لاکھ مہاجر بھی مردم شماری میں موجود ہیں۔

○ سینٹ کے انتخابات میں اپنا ووٹ فروخت کرنے والے سرحد اسمبلی کے اے این پی کے دو اراکین کے نام جاننے کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ ان دونوں کے استعفے سرحد اسمبلی کے سپیکر کو بھیج دیئے جائیں گے۔

○ پنجاب کے بجٹ میں دو ارب روپے سے زیادہ خسارے کا امکان ہے۔ قومی بجٹ کے خسارے میں ۴۵ ، ارب کا اضافہ ہو گیا۔

○ وفاقی وزیر زراعت مسٹر عبد المجید ملک نے امید ظاہر کی ہے کہ اس سال ملک میں گندم کی پیداوار کے تمام سابقہ ریکارڈ ٹوٹ جائیں گے۔ اس سال ڈیڑھ کروڑ ٹن گندم کی پیداوار کا اندازہ ہے جبکہ گذشتہ سال ایک کروڑ ۴۳ ، لاکھ ٹن گندم پیدا ہوئی تھی۔

○ پنجاب میں آبپاشی کے ۵ ، بڑے منصوبوں پر عمل درآمد شروع کر دیا گیا ہے اس سے ۴۰ ، لاکھ ایکڑ رقبہ سیراب ہو گا۔ اور ۱۵ ، لاکھ افراد کو روزگار ملے گا۔

○ سندھ میں ڈاکوؤں کے خلاف بڑا آپریشن عید کے بعد شروع ہو گا۔ اس میں پولیس، رینجرز، فرنٹیر کور، فرنٹیر کانسٹیبلری اور حُر مجاہد فورس حصہ لیں گے۔ اس کے علاوہ سندھ میں امن و امان کی بحالی کے لئے ۶۰ ، اہم شخصیات کی گرفتاری کا فیصلہ کیا گیا ہے۔

## غیر مُلکی خبریں

○ امریکہ اور یورپی برادری کے درمیان صلاح مشورہ کے بعد اعلان کیا گیا ہے کہ شمالی عراق میں کرد پناہ گزینوں کو پناہ کے لئے علاقہ فراہم کیا جائے گا۔ جہاں وہ عراقی حملوں سے محفوظ ہوں گے اور انہیں آزادی سے امدادی سامان فراہم کیا جا سکے گا۔

○ بھارت میں انتخابی شیڈول کا اعلان کر دیا گیا ہے جس کے مطابق انتخابی عمل ۱۹ ، اپریل سے شروع ہو گا۔ اور پولنگ ۲۰ ، ۲۳ ، اور ۲۶ ، مئی کو ہو گا۔

○ ایران نے کہا ہے کہ وہ ۹ ، لاکھ کرد پناہ گزینوں کو واپس ان کے وطن بھیجنا چاہتا ہے۔

○ سری لنکا کی فوج نے تامل باغیوں کے ایک کیمپ پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا اور ۷۰ ، باغیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

○ بھارت کے مسلمان رہنما جامع مسجد دہلی کے امام عبد اللہ بخاری انتخابات سے ۱۵ ، ۲۰ ، دن قبل کسی سیاسی جماعت کے حق میں فتویٰ دیں گے۔

○ بھارت میں مسلم تنظیموں کے مشترکہ محاذ کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد بھارت میں مسلم اقلیتوں کے مفادات کا تحفظ کرنے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنا ہے۔

○ خلیج کے علاقے میں سلامتی کونسل کی قرارداد کے تحت مستقل جنگ بندی نافذ ہونے کے بعد اتحادی افواج واپس ہونا شروع ہو گئی ہیں۔ کویت اور عراق کی سرحد پر اقوام متحدہ کے مبصرین نے اپنی چوکیاں سنبھالنی شروع کر دی ہیں۔ اتحادی ملکوں کے بحری بیڑے اور جنگی جہاز بھی واپس جانا شروع ہو گئے ہیں۔

**پتہ**


قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل کے مشہور شاگرد

**حضرت حکیم نظام جان کا مشہور دواخانہ** (رجسٹرڈ)

- بے اولاد ۔ نرینہ اولاد سے محروم
- اٹھراء ۔ بچوں کا سوکھا پن

گوجرانوالہ۔ فون ۷۴۸۴۴ / ۷۶۴۹۷ ۰۴۳۱ ، ربوہ فون ۹۰۶-۹۰۲۲-۲۵۲۴۔

لاہور ۔ قلعہ کالروالہ ۔ ملتان ۔ کراچی